تحقیقی مجلہ تصدیق
جلد ۰۲ شمارہ ۰۵، ۲۰۲۳

Article

A Research Review of Ghalib's Persian Works

غالب کی فارسی تصانیف کا تحقیقی جائزہ

Dr. Ali Kavousi Nejad
Assistant Professor, Department of Urdu, University of Tehran, Iran
Correspondence: alikavousi7@ut.ac.ir

ڈاکٹر علی کاوسی نژاد

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف تہران

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/s0x5eh94
Received:03-12-2023
Accepted:21-12-2023
Online:28-12-2023

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Mirza Asadullah Khan Ghalib is the genius of the era who not only wrote his poetry in Urdu, but also Persian poetry and prose, and he is very proud of his knowledge of Persian. To restore his family pension, during his trip to Calcutta, Ghalib wrote his speech to his friends and British rulers in Farsi, and he tried to use the rich words and phrases of the Persian language. During his trip to Calcutta, there was a battle with his rivals. Ghalib used his artistic skills in Persian poetry and prose in various genres, Ghalib used his artistic skills in various genres of Persian poetry and left behind memorable works and works which have become the reason for his fame now. In this research, our effort will be to examine Ghalib's Persian works carefully.

KEYWORDS: Research Review, Persian, Persian Poetry, Prose, Ghalib, Darfish-e-Kaviani, Sabd Bagh-e-Do dar

غالب کے سفر کلکتہ نے ان کی ادبی شخصیت میں مزید نکھار پیدا کیا۔ چنانچہ اس سفر کے دوران غالب نے زیادہ تر فارسی زبان میں شعر وشاعری اور نثر نگاری کی، جب دہلی واپس آئے، خاندانِ تیموریہ کی تاریخ لکھنے پر مامور ہوئے۔ جس کی بدولت غالب کو شاہی دربار تک رسائی حاصل ہوئی، لیکن یہ عرصہ تقریباً سات برس تک محدود رہا اور اس کے بعد اٹھارہ سو ستاون کی جنگِ آزادی کی وجہ سے خاندانِ تیموریہ کا چراغ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ غالب نے اس دوران میں اپنی حکمت عملی اس بات میں دیکھی کہ اس انقلاب کے آنکھوں دیکھا حال نثری پیرائے میں تحریر کریں۔ نیز غالب کے ذہن میں یہ بات تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مختصر روزنامچہ ان کی اسیری اور قید وبند کا باعث بنے، جب ہم غالب کی طرزِ تحریر اور مضامین پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ بات واضح طور پر دکھائی دیتی ہے کہ انھوں نے انگریزوں کے مفادات کو اپنے پیش نظر رکھتے ہوئے واقعۂ غدر کی کہانی تحریر کی ہے۔

ہم نے فارسی تصانیف کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا منظوم تصانیف اور دوسرا نثری تصانیف، فارسی تصانیف کے ضمن میں ایک تصنیف کے مختلف ایڈیشنوں کا ذکر کیا ہے اور ایران سے شائع ہونے والے ایڈیشن کا بھی ذکر موجود ہے تاکہ قارئین کو اس بات کا علم ہو کہ جدید دور میں خاص طور پر ایرانیوں نے بھی غالب کی شعری تصانیف کو بغور مطالعہ کیا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر محمد حسن حائری اور ڈاکٹر محسن کیانی کا نام لیا جا سکتا ہے۔ ان محققین اور فارسی دانشوروں کے علاوہ یونیورسٹی کی سطح پر کئی ایسے لوگ ہیں جو اس وقت غالب کی شخصیت اور ان کی فارسی نظم ونثر پر تحقیق کرنے میں مصروف ہیں۔ تہران یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں ایم۔اے اردو کی طالبہ فائیز اسلامی نے غالب کے اردو خطوط میں موجود سیاسی، معاشرتی، تہذیبی عناصر کی نشان دہی کی ہے۔ یہ ان کے ایم۔اے اردو کا تحقیقی مقالہ جو سنہ ۲۰۱۲ء میں مکمل ہو چکا ہے جو اس بات کی نوید دیتا ہے کہ اگلے برسوں میں ایرانی محققین غالب کی شخصیت اور ان کی اردو فارسی تصانیف پر مختلف انداز سے روشنی ڈالیں گے۔

فارسی نظم:

(۱)کلیاتِ غالب (فارسی):

دیوانِ غالب پہلی مرتبہ ۱۸۴۵ء میں نواب ضیاء الدین احمد خاں نیر رخشان کی تصحیح وترتیب کے بعد مطبع دارالسلام دہلی میں چھپ کر شائع ہوا، لیکن اس کا نقشِ اوّل اس سے تقریباً دس گیارہ برس پہلے مرتب ہو چکا تھا۔(۱)

نواب علی بخش رنجور پہلے شخص ہیں جنھوں نے پنج آہنگ کے مقدمے میں اس دیوان کے نقشِ اوّل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ”در آغاز سال یک ہزار و دو صد و پنجاہ و یک ہجری شمس الدین خان را بہ قضای آسمانی آن پیش آمد کہ ہیچ آفریدہ مبیناد و آن خود از غایتِ شہرت بشرح احتیاج ندارد و بعد آن ھنگامہ ھم در آن ھنگام

از جیپور بہ دہلی رسیدم و بہ کاشانۂ برادرِ والا شان و آموز گار مہربان مولانا غالب زاد افضالہ فرود آمدم چون درآن ایام دیوانِ فیض عنوان کہ مسمی بہ "میخانہ آرزو سرانجام" است تازہ فراہم آمدہ و پیرایۂ اتمام پوشیدہ بود، آنچہ از نثر درآں ھمایون صحیفہ صورتِ ارقام داشت ھمہ رابہ خدمتِ والایِ آن خسرو اقلیم سخنوری خواندم۔"(۲)

جیسا کہ نواب علی بخش رنجور نے بھی اشارہ کیا ہے۔ ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۵ء میں غالب کا فارسی دیوان مسمٰی بہ " میخانہ آرزو سرانجام" پایۂ تکمیل تک پہنچ چکا تھا۔ محققین کا خیال ہے کہ مذکورہ دیوان کا کوئی قلمی نسخہ اب تک دستیاب نہیں ہو سکا۔ غالب کا فارسی کلام دوسری مرتبہ "کلیاتِ غالب" کے نام سے مطبع نولکشور لکھنؤ سے ۱۸۶۳ء میں شائع ہوا۔ اس ایڈیشن میں اشعار کی کل تعداد ۱۰۴۲۴ بتائی گئی ہے لیکن مالک رام کے مطابق اشعار کی تعداد ۱۰۴۴۸ ہے۔(۳)

مذکوہ بالا ایڈیشن غالب کی زندگی میں شائع ہوئے۔ اس کے بعد کلیاتِ نظم غالب وزیر الحسن عابدی کے کہنے کے مطابق ترتیب کے ساتھ ۱۸۷۲ء پھر ۱۸۹۳ء اور اس کے بعد ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی۔

۱۹۲۵ء والے ایڈیشن میں کتابت کی غلطیاں بہت زیادہ تھیں۔ غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر پنجاب یونیورسٹی کے ایک اشاعتی منصوبے کے تحت کلیاتِ نظم غالب تین جلدوں میں سامنے آئی۔

۱۔ غزلیاتِ فارسی؛ مرتبہ سیّد وزیر الحسن عابدی

۲۔ قصائد و مثنویاتِ فارسی؛ مرتبہ غلام رسول مہر

۳۔ قطعات و رباعیات، ترکیب بند و ترجیع بند، مخمس، مرتبہ غلام رسول مہر یہ تین جلدیں ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئیں۔

اس کے علاوہ "کلیات غالب فارسی" کے دیگر ایڈیشن سامنے آئے، ذیل میں ان تدوینی اور تحقیقی ایڈیشن کی طرف اشارہ کریں گے:

کلیاتِ غالب (فارسی): ناشر احمد علی شیخ مطبع علمی پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۶۵ء:

سنہ ۱۹۶۵ء میں کلیاتِ غالب فارسی کا ایک نیا ایڈیشن سامنے آیا جو علمی پرنٹنگ پریس لاہور سے شائع ہوا۔ اس ایڈیشن پر غلام رسول مہر نے مقدمہ لکھا اور غالب کے کلام اور ان کی زندگی پر روشنی ڈالی۔ مقدمے کے "یادگار غالب" میں شامل غالب کے فارسی کلام پر ریویو کو بھی اس ایڈیشن میں شامل کیا گیا۔ غالب کا لکھا ہوا دیباچہ بھی اس میں شامل کیا گیا۔ اس نئے ایڈیشن میں غالب کی فارسی شاعری جو پہلے کلیاتِ غالب فارسی کے نام سے مطبع نول کشور سے چھپی تھی دوبارہ سامنے آئی۔ اس میں غالب کے تمام اصنافِ شعری شامل کیے گئے اور غالبؔ و مجروحؔ کی لکھی ہوئی تقریظیں بھی کلیات میں شامل ہوئیں۔ اس ایڈیشن میں وہی ترتیب قائم رکھی گئی ہے جو کلیاتِ غالب فارسی مطبع نول کشور میں موجود تھی، نول کشوری ایڈیشن کی طرح اس میں بھی چونسٹھ (۶۴) قصیدے شامل ہیں۔

کلیاتِ غالب فارسی، مرتبہ؛ سید مرتضٰی حسین فاضل لکھنوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء:

کلیاتِ غالب فارسی، مرتبہ؛ سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں قطعات، مثنویات، مخمس، ترکیب بند اور ترجیع بند پر مشتمل ہے، اس ایڈیشن کی تدوین و تصحیح کے لیے مختلف قلمی نسخے فاضل لکھنوی کے پیش نظر رہے۔ جلد اوّل پر سید عابد علی عابد نے غالب کی شخصیت اور فن کے حوالے سے فکر افروز مقدمہ لکھا ہے۔ انھوں نے اپنے مضمون میں مثنوی باد مخالف اور برہانِ قاطع کے قضیے پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

سید مرتضیٰ فاضل لکھنوی نے اپنے "پشت گفت" میں کلیات کی تدوین کے طریقۂ کار کی وضاحت کی ہے۔ انھوں نے اپنے نسخے کی خصوصیات اپنے الفاظ میں یوں بیان کی ہیں:

> "غالب کے کلام فارسی کی متداول ترتیب کے ساتھ ساتھ دوری ترتیب بھی ہو گئی۔ یعنی ۱۸۲۳ء بعد سے ۱۸۴۵ء تک کلا کلام پہلے، ۱۸۴۵ء سے ۱۸۶۳ء تک کا کلام اس کے بعد، ۱۸۶۳ء سے ۱۸۶۹ء تک کا کلام اس کے بعد قصائد میں غزلیات، غزلیات میں رباعیات کی زحمت سے بچانے کے لیے ہر صنف کو اسی کے ساتھ رکھا ہے۔"(۴)

دوسری جلد میں صرف فارسی قصائد پر مشتمل ہے اور ابتدا میں ایک فہرست قائم کی گئی ہے جس میں ہر قصیدے کا عنوان دیا گیا ہے۔ دوسری جلد میں کل اکہتر (۷۱) فارسی قصائد درج ہیں۔ آغاز میں لکھنؤ سے شائع شدہ ۱۸۶۳ء کا صفحہ اوّل بھی شامل کیا گیا ہے۔ تیسری جلد میں غزلیات اور رباعیات پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں تین سو چوتنیس (۳۴۴) غزلیں اور ایک سو بتیس (۱۳۲) رباعیات شامل کی گئی ہیں۔ رباعیات کے بعد معمیات، ابیات اور "تقریظ از اسد اللہ خان غالب" بھی درج کی گئی ہیں۔ قلمی اور مطبوعہ کلیات کی مدد سے ایک تحقیقی اور معیاری ایڈیشن تیار ہو کر سامنے آیا جس میں دیگر محققین اور مدونین کے لیے سہولت فراہم کی گئی ہے۔ ان تینوں جلدوں سے ایرانی محققین نے بھی کافی حد تک استفادہ کیا ہے، جن میں ڈاکٹر محمد حسن حائری اور ڈاکٹر محسن کیانی کے نام سر فہرست ہیں۔

غزلیات فارسی، تصحیح و تدوین، سید وزیر الحسن عابدی، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۹ء

اس ایڈیشن میں وزیر الحسن عابدی نے مختلف خطی اور مطبوعہ نسخوں کی مدد سے غالب کی فارسی غزلیات کی تدوین و تصحیح کی ہے۔ یہ ایڈیشن ۱۹۶۹ء میں پنجاب یونیورسٹی کے اشاعتی منصوبے کے تحت سامنے آیا، غالب کی فارسی غزلیات کی کل تعداد اس ایڈیشن میں تین سو چونتیس (۳۳۴) ہے۔ ان غزلیات کی تصنیف کا زمانہ ۱۸۱۷ء سے ۱۸۶۷ء تک کی مدت پر محیط ہے۔ وزیر الحسن عابدی مزید لکھتے ہیں کہ غالب کی فارسی شاعری کا باقاعدہ آغاز ۱۸۱۷ء میں شروع ہوئی۔(۵)

قطعات، رباعیات، ترکیب بند، ترجیع بند، مخمس، باہتمام غلام رسول مہر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

۱۹۶۹ء غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر پنجاب یونیورسٹی لاہور کی جانب سے غالب کی اردو فارسی تصانیف کی از سر نو اشاعت ہوئی۔ اس سلسلے میں یہ ایڈیشن بھی سامنے آیا، مولانا غلام رسول مہر اپنے دیباچے میں غالب کے فارسی قطعات کے حوالے سے یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

پیش نظر مجموعے میں سب سے پہلے کلیات نظم فارسی کے قطعات ہیں۔ اس کے بعد "سبد چین" اور "باغ دو در" کے قطعات۔ آخر میں وہ قطعات ہیں جو کلیاتِ نثر میں جابجا بکھرے ہوئے تھے یا کسی اور ماخذ سے ملے۔ یہی طریقہ دوسرے اصنافِ سخن میں پیش نظر رہا ہے... اس تدوینی ایڈیشن میں قطعات کی کل تعداد ایک سو اٹھارہ (۱۱۸)، رباعیات کی تعداد ایک سو تیس (۱۳۰) اور باقی دوسرے اصنافِ شعری شامل ہیں۔

قصائد و مثنویات فارسی، باہتمام غلام رسول مہر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۶۹ء

اس ایڈیشن میں صرف غالب کے فارسی قصائد اور مثنویاں شامل ہیں۔ اس کی تدوین و ترتیب میں فارسی کلیاتِ نظم (مطلوبہ ۱۸۶۳ء) کے علاوہ سبد چین اور باغ دو در میں شامل قصائد بھی اضافہ کیے گئے ہیں۔ قصائد کی کل تعداد اکہتر (۷۱) ہے اور کلیاتِ نظم فارسی میں شامل گیارہ مثنویوں کے علاوہ وہ مثنویاں بھی شامل کی گئی ہیں جو کلیاتِ نظم کی طباعت کے بعد لکھی گئیں۔

دیوانِ غالب دہلوی، بہ اہتمام محسن کیانی، تہران، انتشارات روزنہ، ۱۳۷۶ھ ش:

دیوانِ غالب دہلوی، مرتبہ ڈاکٹر محسن کیانی غالب کی فارسی شاعری کے تمام اصنافِ شعری پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر کیانی کے پیش نظر تدوین و ترتیب کے لیے وہی ایڈیشن موجود تھے جو پاکستان سے شائع ہوئے۔ دراصل کیانی نے فارسی کلام غالب کو از سر نو ترتیب دیا ہے اور اپنے ایڈیشن میں غالب کی فارسی شاعری کے تمام پاکستانی ایڈیشن سے خاصی مدد لی ہے۔ دیوان کے آخر میں تعلیقات اور حواشی کے ضمن میں مشکل الفاظ و تراکیب کے معانی درج کیے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر صنفِ شعری کی الگ الگ اشخاص، امکان کی فہرستیں درج کی گئی ہیں اور اختلاف نسخ کا بھی اہتمام موجود ہے۔

سومناتِ خیال: (قصیدہ ھای فارسی غالب دہلوی)، مقدمہ، تصحیح و تحقیق دکتر محمد حسن حائری، تہران، مؤسسہ انتشارات امیر کبیر، ۱۳۸۱ھ ش

ڈاکٹر محمد حسن حائری نے "قصید ھای فارسی غالب" کے عنوان سے غالب کے اکہتر (۷۱) فارسی قصائد کی تصحیح و تحقیق کی ہے۔ حائری نے مقدمے میں غالب کی فارسی شاعری اور ان کی فارسی اور اردو تصانیف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تصحیح و تحقیق کے لیے حائری کے پیش نظر کلیات غالب، مرتبہ غلام رسول مہر ۱۹۶۵ء کلیاتِ غالب، مرتبہ سید مرتضیٰ فاضل لکھنوی، جلد دوّم ۱۹۶۶ء کلیاتِ غالب، مرتبہ نول کشور ۱۹۲۵ء اور دیوانِ غالب دہلوی مرتبہ محسن کیانی ۱۳۷۶ھ ش رہے۔ ابتدا میں قصائد کی فہرست دی گئی ہے اور آخر میں تعلیقات

کے ضمن میں مختلف الفاظ وتراکیب کے حوالے سے وضاحت موجود ہے۔ اس کے علاوہ ان قصائد میں مستعمل اشخاص، اماکن اور جانوروں اور پھولوں کی فہرست بھی شامل کی گئی ہے۔ تصحیح و تحقیق کے لحاظ سے یہ ایڈیشن اہمیت کا حامل ہے۔

دیوان غالب دہلوی (مشتمل بر غزلیات و رباعیات فارسی)، مقدمہ، تصحیح و تحقیق، محمد حسن حائری تہرن، میراث مکتوب، ۱۳۸۶ھ ش:

اس ایڈیشن میں ڈاکٹر محمد حسن حائری نے نہ صرف غالب کی فارسی غزلیات و رباعیات کی تصحیح و تحقیق کی ہے بلکہ مقدمے میں انھوں نے غالب کی زندگی اور احوال و تصانیف کے حوالے سے معلومات فراہم کی ہیں۔ محمد حسن حائری کے پیش نظر پاکستان سے شائع شدہ ایڈیشن کے علاوہ نول کشوری ایڈیشن ۱۹۲۵ء بھی پیش نظر رہا۔ حائری کے ایڈیشن کی خصوصیت یہ ہے کہ ابتدا میں غزلیات کی فہرست دی گئی ہے اور آخر میں اشخاص، اماکن اور غالب کے اشعار میں مختلف پرندوں، پتھروں اور جانوروں کی الگ الگ فہرستیں درج کی گئی ہیں۔ مزید یہ کہ فارسی اشعار میں موجود مشکل الفاظ وتراکیب کے معانی درج کیے گئے ہیں۔ یہ ایڈیشن پہلی مرتبہ میراث مکتوب، تہران سے ۱۳۷۷ھ ش میں شائع ہوا اور دوسری مرتبہ ۱۳۸۶ھ ش میں اسی ادارے سے شائع ہوا۔

کلیاتِ غالب فارسی، تحقیق، تدوین، تنقید، ترجمہ و تشریح، ڈاکٹر سید تقی عابدی، نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۸ء:

ڈاکٹر سید تقی عابدی ہندوستانی محقق، ادیب اور شاعر ہیں جنھوں نے اردو فارسی شعر و ادب کے ضمن میں بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ ڈاکٹر تقی عابدی نے سنہ ۲۰۰۸ء میں غالب انسٹی ٹیوٹ کی خواہش پر کلیات غالب فارسی کو دو جلدوں میں تدوین کیا۔ اس تدوینی و تحقیقی ایڈیشن میں جو خاص خصوصیات ہمیں نظر آتی ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ جناب عابدی نے پہلی جلد میں ایک فکر افروز مقدمہ تحریر کیا ہے۔ جو غالب کی زندگی، ان کی فارسی تصانیف، غالب کی فارسی شعر گوئی کی خصوصیات بیان کی ہیں۔ ڈاکٹر عابدی نے نہ صرف فارسی شاعری کے باب میں ہمارے علم میں اضافہ کیا ہے بلکہ اپنے مقدمے میں مختلف مقامات پر فارسی اشعار کا ترجمہ کیا ہے اور ان کی تشریح و وضاحت بھی کی ہے۔

پہلی جلد میں غزلیات، حمد، مناجات، منقبت، مرثیہ، نوحہ اور دعا پر مشتمل غالب کے فارسی اشعار درج ہیں۔ ڈاکٹر عابدی نے تمام فارسی اصنافِ شعری کے اشعار کی تعداد بھی گنوائی ہیں۔ میرے خیال کے مطابق یہ ایڈیشن غالب کی فارسی شاعری کا ایک اعلیٰ تحقیقی و تنقیدی ایڈیشن ہے۔ دوسری جلد میں رباعیات، قطعات، قطعاتِ تاریخ، قطعاتِ متفرق، فردوابیات، قصائد، مثنویات، ترکیب بند و ترجیع بند پر مشتمل فارسی اشعار موجود ہیں۔ ڈاکٹر سید تقی عابدی کی کلیات غالب فارسی کی نہ صرف برصغیر پاک وہند میں پذیرائی ملی بلکہ ایرانی ادیبوں اور محققین کے یہاں بھی اس کی اچھی پذیرائی ہوئی۔ ایرانی محقق اور غالب شناس جناب ڈاکٹر محمد حسن حائری نے ڈاکٹر سید تقی عابدی کے اس تحقیقی و تدوینی کام کی بہت داد دی ہے۔ اس ایڈیشن کی ایران میں تقریبِ رونمائی ہوئی اور ڈاکٹر عابدی کی ادبی خدمات کو سراہا گیا۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر عابدی نے ''غالب، دیوان نعت و منقبت'' کے نام سے ۲۰۰۶ء میں نعت و منقبت پر مشتمل غالب کے فارسی،

اردو اشعار کی تدوین و تحقیق و تنقید و تشریح کی ہے۔ یہ ایڈیشن شاہد پبلی کیشنز نئی دہلی سے شائع ہوا۔ عابدی صاحب نے مقدمے میں غالب کی فارسی، اردو نعت و منقبت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ انھوں نے اشعار کی تشریح کا التزام بھی کیا ہے اور ظ۔ انصاری کے اردو ترجمے بھی اس ایڈیشن میں شامل کیے ہیں۔

(۲) مثنوی ابرِ گہر بار: طبع اوّل، اکمل المطابع، دہلی ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۴ء:

یہ مثنوی پہلی بار کلیاتِ غالب (نظم) میں مطبوعہ ۱۸۶۳ء میں شائع ہوئی۔ جیسا کہ غلام رسول مہر نے اپنی کتاب "غالب" میں ذکر کیا ہے۔ اس میں مثنوی کے علاوہ غالب کے دو قصیدے، تین قطعے اور دس رباعیات بھی شامل تھیں۔ یہ مثنوی پہلی مرتبہ مطبع اکمل المطابع، دہلی (۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۴ء) سے شائع ہوئی۔ فارسی کلیات کی طباعت کے بعد حکیم غلام رضا خاں نے مثنوی ابرِ گہر بار کو الگ تصنیف کی شکل میں چھاپنے کا انتظام کیا۔(۶)

(۳) سبد چین:

کلیاتِ غالب فارسی کی اشاعت کے بعد مرزا غالب کے وہ فارسی اشعار جو کلیاتِ فارسی میں شامل نہیں ہوئے اور دوستوں کے پاس جا بجا بکھرے ہوئے تھے ان تمام فارسی اشعار کو غالب ایک مختصر مجموعے "سبد چین" کے نام سے ۱۸۶۷ء میں شائع کیا۔ یہ مختصر مجموعہ غالب کی زندگی میں صرف ایک بار چھپا۔ غالب "سبد چین" کے دیباچے میں یوں لکھتے ہیں:

> "نبا میزد سبد چین میوہ را گویند کہ پایانِ موسم بر شاخسار ماند و چون آنرا بچینند شاخسار بی بار ماند ہر آئینہ آنچہ پس از انطباع کلیاتِ فارسی گفتہ شد و آنچہ یاراں از دیرین مسودات داشتند و من از آں خبر نداشتم و اینک بمن رساند ند در اوراقِ جداگانہ ضبط کردہ شد و آنرا سبد چین نام نہادہ آمد...."(۷)

یوں غالب نے اپنے فارسی اشعار جو کلیاتِ فارسی میں چھپنے سے رہ گئے تھے۔ ان کو ایک مختصر مجموعے "سبد چین" میں شامل کیے۔ یہ مختصر مجموعہ مطبع محمدی دہلی سے ۱۸۶۷ء میں شائع ہوا اور یہ مجموعہ کہیں دوبارہ شائع نہیں ہوا اور نہ ہی اسے کلیات کے کسی ایڈیشن میں شامل کیا گیا۔ سبد چین کا مجموعہ بہت کمیاب ہو گیا۔ چناں چہ مالک رام نے ۱۹۳۸ء میں اسے مکتبہ جامعہ دہلی سے شائع کروایا۔ مالک رام نے سبد چین میں شامل فارسی کلام کے علاوہ دوسری کتابوں میں شامل فارسی کلام غالب کو اکٹھا کر کے اس نئے ایڈیشن میں شامل کیا۔ اس ایڈیشن میں پچاس قصیدے، بیس رباعیات اور چند متفرق اشعار موجود ہیں۔

غالب کی صد سالہ برسی کے موقعے پر پنجاب یونیورسٹی لاہور نے سبد چین کا ایک اور ایڈیشن ۱۹۶۹ء میں چھپوایا۔ اس نئے ایڈیشن کی خصوصیت یہ ہے کہ جو فارسی اشعار مالک رام نے اپنے ایڈیشن میں اضافہ کیے تھے وہ سب خارج کر دیے گئے تا کہ "سبد چین" کا اصلی متن برقرار رہے۔ وزیر الحسن عابدی اس نئے ایڈیشن کی تدوین و ترتیب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"سبد چین" غالب کی زندگی میں ایک ہی بار شائع ہوئی تھی۔ معاصر دانشور مالک رام صاحب نے اس مجموعے کو ۱۹۳۸ء میں پہلے مطبوعہ نسخے سے دوبارہ مرتب کر کے شائع کیا اور اردوے معلّی، مکاتیبِ غالب، یادگارِ غالب اور واقعاتِ دارالحکومتِ دہلی سے لے کر کچھ چیزیں اس میں بڑھا دیں۔ اس کے علاوہ تین قطعے انھیں فاضل بزرگوار جناب غلام رسول مہر سے ملے۔ ایک قطعہ دیوانِ غالب اردو کے ایک قلمی نسخے سے، ایک تذکرہ غوثیہ سے اور ایک تیغ تیز سے۔ ہم نے یہ زائد چیزیں زیرِ نظر نسخے میں شامل نہیں کیں تاکہ کتاب کی وہی صورت رہے جو غالب کے مرتبہ نسخے کی تھی ..... ہم نے ترتیب باغ دودر کے مطابق رکھی ہے۔ البتہ قافیہ وردیف کی رعایت جو باغ دودر میں بھی نہیں ہے۔ ہم نے ملحوظ نہیں رکھی، تاکہ غالب کی قائم کردہ ترتیب زیادہ نہ بدلنے پائے۔"(۸)

مذکورہ بالا ایڈیشن کی تدوین کے لیے وزیر الحسن عابدی نے تین قلمی نسخوں اور باغ دودر کے ایک قلمی نسخے سے استفادہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس ایڈیشن میں وزیر الحسن عابدی نے حواشی و تعلیقات کا التزام رکھا ہے۔ اس مجموعے میں قصائد، ترکیب بند، ترجیع بند، قطعات، غزلیات، فردات، رباعیات کے اصنافِ شعری ترتیب کے ساتھ درج کر دیے گئے ہیں۔

(۴) مثنوی دعاءصباح:

یہ مثنوی غالب نے اپنے بھانجے میرزا عباس بیگ کی فرمائش پر لکھی۔ یہ مثنوی پہلی مرتبہ ایک الگ تصنیف کے طور پر مطبع نول کشور، لکھنؤ سے ۱۸۶۸ء سے قبل شائع ہوئی۔ ڈاکٹر سید تقی عابدی اس مثنوی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"یہ کتاب حضرت علی (ع) کی دعا الصباح کا منظوم ترجمہ ہے جو غالب نے اپنے بھانجے مرزا عباس بیگ اسسٹنٹ کمشنر پولیس لکھنؤ کی فرمائش پر لکھی اور یہ غالب کی زندگی میں مطبع نول کشور سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں (۲۶) صفحات ہیں۔ کتاب میں پہلے عربی دعا کی نثر ہے جس کے نیچے فارسی نثری ترجمہ ہے جو غالب کا نہیں اور پھر غالب کا (۱۲۴) اشعار میں منظوم کردہ فارسی ترجمہ رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آخری دو صفحات میں امام زین العابدین کی دعا کا سات شعر میں ترجمہ ہے۔ دعاصباح کا جدید ایڈیشن جسے مرحوم گیتا رضا نے ترتیب دے کر شائع کیا۔"(۹)

فارسی نثر:

(۱) پنج آہنگ:

پنج آہنگ مرزا غالب کی فارسی نثری کا پہلا مجموعہ ہے۔ اسے غالب کے دوست اور برادرِ نسبتی مرزا علی بخش خاں نے پہلی مرتبہ ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۵ء میں مرتب کیا۔ دراصل پنج آہنگ کی بنیاد ۱۸۲۵ء میں پڑھی تھی جب انگریزوں نے بھرت پور پر حملہ کیا تھا۔ نواب احمد

بخش خاں بہادر والی فیروز پور جھر کہ اسی لشکر کے ساتھ تھے اور ان کے بھتیجے مرزا علی بخش خاں رنجورؔ اور اسد اللہ خاں غالب بھی ساتھ تھے۔ غالب پنج آہنگ کے آہنگِ اوّل میں یوں لکھتے ہیں:

''در سال یک ہزار و دوصد و چھل و یک ہجری کہ گیتی ستانانِ انگلشیہ بر بھرت پور لشکر کشیدہ و آن روئین دژرا درمیان گرفتہ اند، من درین یورش با جنابِ مستطاب عمِ عالی مقدار فخر الدولہ دلاور الملک نواب احمد بخش خان بہادر رستم جنگ دام اقبالہ وزاد افضالہ، رفیقم و گرامی برادرِ ستودہ خوی مرزا علی بخش خان بہادر ہم سفر است۔ روزانہ بر فتار ہم قدمیم وشبانہ بیک خیمہ فرود می آییم۔ برادر والا قدر کہ سیمای سعادت مندی و فروغِ دانش جویی دارد، از من آرزو کرد کہ القاب و آدابِ متعارفۂ رسمیہ بروی ھم ریختہ و الفاظِ شکر و شکوہ و شادی و غم باہم آمیختہ برای نامہ نگاران دستور العمل موجزی ساختہ آید۔''(۱۰)

''پنج آہنگ''پہلی مرتبہ مطبع سلطانی دہلی سے اگست ۱۸۴۹ء میں چھپی، دوسری مرتبہ مطبع دارالسلام دہلی سے اپریل ۱۸۵۳ء میں چھپی۔ دونوں ایڈیشن میں طباعت کی غلطیاں زیادہ تھیں چنانچہ غالب ایک خط بنام منشی شیو نرائن میں اس بات کا یوں شکوہ کرتے ہیں۔

''پنج آہنگ تم نے مول لے لی اچھا کیا۔ دو چھاپے خانے ہیں، ایک بادشاہی چھاپے خانے کا ایڈیشن اور منشی نور الدین کے چھاپے خانے کا۔ پہلا ناقص اور دوسرا سراسر غلط۔''(۱۱)

جنوری ۱۸۶۸ء میں ''کلیاتِ نثر غالب''کا پہلا ایڈیشن سامنے آیا جس میں ''پنج آہنگ'' بھی شامل تھی۔ ''کلیاتِ نثر غالب'' کی اشاعت کے بعد غالب کا انتقال ہوا اور اس کے تقریباً دو سال بعد مطبع نول کشور ہی سے اس کلیات کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا، اس کے بعد منشی نول کشور نے بالترتیب ستمبر ۱۸۷۵ء، اپریل ۱۸۸۴ء اور اپریل ۱۸۸۸ء میں کلیات کے تین اور ایڈیشن شائع کیے۔(۱۲)

''پنج آہنگ''کا آخری ایڈیشن پنجاب یونیورسٹی کے اشاعتی پروگرام کے تحت ۱۹۶۹ء میں چھپی۔ ڈاکٹر وزیر الحسن عابدی نے تین قلمی نسخوں اور چار مطبوعہ ایڈیشنوں کی مدد سے اس کی تدوین و تصحیح کی۔ اس ایڈیشن میں ایک سو انہتر (۱۶۹) فارسی مکتوبات اکہتر (۷۱) مکتوب الیہم کو لکھے گئے ہیں، اس ایڈیشن کی خصوصیات یہ ہیں کہ ہر مکتوب الیہ کے نام تمام خطوط یکجا کیے گئے ہیں۔ وزیر الحسن عابد نے تعلیقات کا بھی التزام کیا ہے اور تدوین کے طریقہ کار کے بارے میں اپنے مقدمے میں وضاحت کی ہے۔

پرتو روہیلہ جنھوں نے فارسی خطوط غالب کا ترجمہ کیا ہے۔ ۲۰۰۸ء میں بک فاؤنڈیشن اسلام آباد سے ''کلیاتِ مکتوبات فارسی غالب''کو شائع کروایا۔ اس میں پرتو روہیلہ نے پنج آہنگ میں تمام فارسی خطوط ترجمے کے ساتھ شامل کیے ہیں۔

(۲)مہر نیم روز:

۱۸۵۰ء میں غالب مغلیہ خاندان کی تاریخ نویسی پر مامور ہوئے، حالات حکیم احسن اللہ خاں اردو میں مہیا کرتے تھے اور غالب اپنی فارسی انشا پردازی کی بدولت ان کو فارسی کے ڈھانچے میں ڈھالتے تھے، غالب نے اس پوری تاریخ کا نام ”پرتوستان“ رکھا۔ اسے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے حصے میں آغازِ آفرینش سے ہمایوں کی جہانگر دی اور جہانگیری تک کے حالات وواقعات دوسرے حصے میں جلال الدین اکبر سے سراج الدین بہادر شاہ ظفر تک کے حالات درج کرنے تھے۔ پہلے حصے کا نام ”مہر نیم روز“ اور دوسرے حصے کا نام ”مہر نیم ماہ“ رکھا۔ دوسرا حصہ کبھی تحریر نہیں ہوا چوں کہ واقعۂ غدر کے بعد خاندانِ مغلیہ کا شیرازہ بکھر گیا اور حکیم احسن اللہ خاں نے اردو میں مواد تیار نہیں کیے اور یوں تاریخ کے دوسرے حصے میں ایک لمبا وقفہ پیش آیا اور آخر کار اٹھارہ سو ستاون کی جنگ آزادی شروع ہوئی۔

مہر نیم روز پہلی مرتبہ مطبع فخر المطابع ۱۸۵۴ء میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد مہر نیم روز کئی بار کلیاتِ نثر غالب میں شائع ہوئی، کلیاتِ نثر غالب کے ساتھ ۱۸۶۸ء، ۱۸۷۱ء، ۱۸۷۵ء، ۱۸۸۴ء اور ۱۸۸۸ء میں چھپی جس میں مہر نیم روز بھی شامل کی گئی۔ یہ تمام ایڈیشن مطبع نول کشور ہی سے چھپے۔ کلیاتِ نثر غالب میں مہر نیم روز شامل ہونے کے بعد اس کا ایک نیا ایڈیشن شیخ مبارک علی کی فرمائش پر سید اولاد حسین شاداں بلگرامی کی تصحیح و تحشیہ کے ساتھ لاہور سے ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی۔ مہر نیم روز کا ایک اور ایڈیشن مطبع کریمی لاہور سے ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی۔

غالب کی صد سالہ برسی کے موقعے پر عبد الشکور احسن نے ”مہر نیم روز“ کا ایک نیا ایڈیشن ۱۹۶۹ء میں شائع کروایا۔ انھوں نے اپنے مقدمے میں اس نئے ایڈیشن کی تدوین و تصحیح کے بارے میں توضیحی الفاظ بھی شامل یے ہیں جن قلمی نسخوں سے انھوں نے مدد لی ہے ان کا حوالہ دیا ہے۔

اس کے علاوہ لطیف الزماں خاں نے مہر نیم روز کا اردو میں ترجمہ کر کے ملتان آرٹس فورم سے ۲۰۰۳ء میں شائع کیا۔ اس کتاب میں لطیف الزماں خاں نے قلمی نسخے کا عکس بھی شامل کیا اور اپنے مقدمے میں مہر نیم روز کی طباعت اور اشاعت کے حوالے سے توضیحی الفاظ شامل کیے ہیں۔ نیز مختلف لوگوں کی آرا بھی شامل کی ہیں۔

(۳) دستنبو:

دستنبو میں غالب نے واقعاتِ غدر کی پندرہ مہینوں پر مشتمل کہانی مئی ۱۸۵۷ء تک لکھی ہے۔ اس میں انھوں نے دہلی کی تباہی اور اور احباب کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا ہے۔ غالب کا کہنا ہے کہ انھوں نے دستنبو کی تصنیف میں اس بات اشارہ کیا ہے کہ دستنبو میں صرف فارسی سرہ کے الفاظ شامل ہیں اور عربی الفاظ کا استعمال نہیں کیا گیا۔ دراصل غالب کی یہ بات سو فیصد درست نہیں کیونکہ انھوں نے وہی فارسی الفاظ استعمال کیے جو دساتیری الفاظ کے نام سے تعبیر کیے جاتے ہیں جو اہل زبان کے یہاں مستعمل نہیں تھے۔ اس لیے قاری کو دستنبو کی فارسی نثر کو پڑھتے وقت دقت ضرور پیش آئے گی۔ اس کے علاوہ میرزا غالب نے اپنے دعوے کے برعکس عربی اور انگریزی الفاظ کا بھی استعمال کیا ہے۔ عبد الشکور احسن اس حوالے سے یوں لکھتے ہیں:

"بعض جگہ فارسی الفاظ کے معنی بدل دیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر "آمیغ" کے معنی "آمیزش" ہیں۔ دساتیر میں یہ لفظ "حقیقت" کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ بعض جگہ عربی الفاظ کا لغوی ترجمہ کر دیا گیا ہے مثلاً "بیت المعمور" کو "خانۂ آباد"، "ملوک الطوایف" کو "ہر سویہ پادشاھان"، "فاعل" کو "کن رو" اور "قطع نظر" کو "برشِ دید" کہا گیا ہے۔ بعض فارسی الفاظ کے شروع اور آخر سے حرف اڑا کر نئے لفظ وضع کیے گئے ہیں یا اس کے برعکس شروع یا آخر میں حروف کا اضافہ کر دیا گیا ہے مثلاً "باستان" سے "باس"، "چم" سے "چمر" وغیرہ۔ بعض عربی کلمات ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے کئی کئی تراجم کے گئے ہیں مثلاً "واجب الوجود" کے لیے "ہر آئینہ بود"، "ہر آئینہ ھستی"، "ناچار باش"، "ناگزیر باش" وغیرہ یا "ممکن الوجود" کے لیے "شایستہ ھستی"، "شایستہ بود"، اور "فرتاش" وغیرہ۔"(۱۳)

دستنبو کا پہلا ایڈیشن ۱۸۵۸ء میں مطبع مفید خلایق آگرے میں منشی ہرگوپال تفتہ کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ دوسرا ایڈیشن "لٹریری سوسائٹی روہیل کھنڈ" کے مطبع سے ۱۸۶۵ء میں بریلی میں شائع ہوا۔ تیسرا ایڈیشن اس مطبع سے ۱۸۷۱ء میں چھپا۔ اس کے بعد کلیاتِ نثر غالب کے مطبوعہ ایڈیشنوں میں یعنی ۱۸۶۹ء، ۱۸۷۱ء، ۱۸۵۷ء، ۱۸۸۴ والے ایڈیشنوں میں شامل ہو کر شائع ہوئی۔ ۱۹۶۰ء میں شعبۂ اردو کے تحقیقی رسالے میں "اردوے معلّٰی" شمارہ (۳) جلد دوّم مرتبہ خواجہ احمد فاروقی میں اس کی پھر سے اشاعت ہوئی۔(۱۴)

اس کے بعد دستنبو کا ایک نیا ایڈیشن عبدالشکور احسن کی تدوین و تصحیح کے ساتھ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی۔ اس ایڈیشن کی تیاری میں عبدالشکور احسن نے دستنبو کے قدیم ترین ایڈیشن کے متن سے استفادہ کیا ہے۔

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے اپنی کتاب "غالب اور انقلاب ستاون" میں دستنبو کے حوالے سے مفید معلومات فراہم کی ہیں۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور سے ۱۹۷۴ء میں شائع ہوئی، دوسری مرتبہ ۱۹۷۶ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ سید معین الرحمٰن کے مطابق نئے ماخذ کی روشنی میں اس میں ضروری ترمیم اور اضافے کیے گئے۔ اشاعت ثانی پر مبنی ایک نیا ایڈیشن بارہ برس بعد غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی سے شائع ہوا۔ اس ایڈیشن میں دستنبو کا فارسی متن، عکس کی صورت میں ۱۸۵۸ء مطبوعہ نسخے کی بنیاد پر اس میں شامل کیا گیا ہے۔

یہ بات ذہن میں رہے دستنبو کا جو ترجمہ "رستخیز بیجا" کے نام سے مذکورہ بالا کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ دراصل یہ ترجمہ رشید حسن خاں کا ہے جو رسالۂ اردوے معلّٰی دہلی جلد دوّم، ۳، فروری ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔ یہ ترجمہ ضروری حواشی کے ساتھ کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

(۴) قاطع برہان:

چنانچہ پہلے ہم نے قاطع برہان کے بارے میں بحث کی ہے۔ انقلاب ستاون کے دوران میرزا غالب کے پاس صرف دو کتابیں تھیں۔ ایک ''برہان قاطع''محمد حسین تبریزی کی اور دوسری'' دساتیر''اسی دوران غالب نے برہان قاطع کا مطالعہ شروع کیا اور جو بے ضابطگیاں اس فرہنگ میں موجود تھیں ان کی نشاندہی کی جستہ جستہ یہ خود ایک کتاب بن گئی۔ غالب نے جو اعتراضات برہان قاطع پر کیے۔ محققین کے خیال میں سبھی ٹھیک نہیں ہیں چونکہ اس وقت غالب کے پیش نظر دو کتابوں کے علاوہ کوئی لغت نہیں تھی۔ بہر حال'' قاطع برہان''پہلی مرتبہ مطبع نول کشور لکھنؤ سے ۱۸۶۲ء میں چھپی۔ قاطع برہان کی تردید اور حمایت میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور غالب مخالفین کی تنقید کا نشانہ بنتے رہے۔ قاطع برہان میں طباعت کی غلطیاں تھیں چنانچہ غالب نے اس میں ترمیم اور اضافے کیے اور ایک اور دیباچہ تحریر کیا اور اپنے اس نئے رسالے کا نام'' درفش کاویانی'' رکھا۔ دراصل قاطع برہان دوسری مرتبہ'' درفش کاویانی''کے نام سے اکمل المطابع دہلی سے دسمبر ۱۸۶۵ء میں شائی ہوئی۔ اس کے بعد ۱۸۸۱ء اور ۱۸۸۲ء میں اسی مطبع سے درفش کاویانی شائع ہوئی۔

۱۹۶۹ء میں درفش کاویانی کا ایک نیا ایڈیشن پنجاب یونیورسٹی لاہور سے پروفیسر محمد باقر کی نگرانی میں شائع ہوا۔ اس ایڈیشن میں قاطع برہان اور درفش کاویانی کے دونوں دیباچے بھی شامل کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ مولوی امتیاز علی عرشی ''قاطع برہان کا پہلا مسودہ'' کے نام سے غالب کے تمام لکھے ہوئے حواشی یکجا کر کے ان پر تبصرہ اور محاکمہ کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۷۴ء میں چھپی ہے۔

(۵) کلیاتِ نثر غالب:

کلیاتِ نثر غالب بالترتیب پنج آہنگ، مہر نیم روز اور دستنبو پر مشتمل ہے۔ یہ کلیات پہلی مرتبہ مطبع نولکشور سے جنوری ۱۸۶۸ء میں شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ کلیاتِ نثر غالب اسی مطبع کی کانپور والی شاخ سے ۱۸۷۵ء میں شائع ہوئی۔ کلیاتِ نثر غالب کے مندرجات اور مشمولات کے حوالے سے مالک رام یوں لکھتے ہیں:

> ''س کلیات میں مہر نیم روز اور دستنبو کی شکل تو وہی ہے، جس طرح یہ دونوں کتابیں الگ سے شائع ہوئی تھیں، البتہ پنج آہنگ میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کے طبع دوّم میں آخری نثر (آہنگ چہارم) میر مہدی کے تذکرہ طلسم راز کا دیباچہ تھا۔ کلیاتِ میں اس کے بعد تین اور نثریں ملتی ہیں۔ اس طرح آہنگِ پنجم میں بھی ۱۲ خط زیادہ ہیں۔''(۱۵)

(۶) باغ دودر (نظم و نثر):

باغ دودر غالب کی آخری فارسی تصنیف ہے جس کی کتابت ۶۷ء میں غالب کی زندگی میں شروع ہوئی اور ۱۸۷۰ء میں ختم ہوئی۔ یہ کتابوں حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ نظم میں ''سبد چین'' میں شامل فارسی کلام کے علاوہ دیگر فارسی اشعار بھی شامل ہیں۔ حصہ نثر میں

فارسی کی چند تقاریظ اور ساٹھ (۶۰) فارسی مکتوبات شامل ہیں۔ غالب باغ دودر کے دیباچے میں اس کتاب کی وجہ تالیف کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

"چون زنجیرۂ نظم گران پذیرفت، ناگاہ یاران نثری چند آوردند، آنرا نیز درین مجموعہ گنجاندیم و باغ دو در نامیدیم از آنجا کہ سبد باغ دودر یک ہزار و دوصد ھشتاد و سہ عدد دارد و از روی حسنِ اتفاق با آغاز نگارش صحیفہ مطابق افتاد، این نام لطفی دیگر دارد۔" (۱۶)

غالب اس کتاب آغاز نگارش ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۷ء ہیں، چونکہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ غالب اس کا نام "سبد باغ دودر" رکھا۔ وزیر الحسن عابدی کو سنہ ۱۹۴۱ء کو باغ دودر کا ایک قلمی نسخہ علی مصطفی عابدی سے ملا۔ اس سے پہلے باغ دودر غالب کی فارسی تصانیف میں شامل نہیں تھی۔ مولانا غلام رسول مہر نے وزیر الحسن عابدی کو باغ دودر کی اشاعت کے لیے حوصلہ افزائی کی۔ چنانچہ باغ دودر دو قسطوں میں یونیورسٹی اورینٹل کالج میگزین میں شائع ہوئی۔ پہلی قسط میں باغ دودر کا حصہ نظم (۱۹۶۰ء) اور دوسری قسط میں حصہ نثر (۱۹۶۱ء) شائع ہوا۔ عابدی نے جولائی ۱۹۶۸ء میں اورینٹل کالج کے جشن صد سالہ کے موقع پر مذکورہ بالا دونوں حصوں کو "تحقیق نامہ" اور "تعلیقات" کے ساتھ کتابی شکل میں مرتب کیا اور پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور سے شائع کروایا۔ (۱۷)

(۷) متفرقاتِ غالب:

"متفرقاتِ غالب" غالب کے غیر مطبوعہ اور نادر مکتوبات کا مجموعہ تھا جسے پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب نے مرتب کر کے شائع کیا۔ اس کا پہلا ایڈیشن "سلسلہ مطبوعات کتب خانہ ریاست رام پور" کے تحت ۱۹۴۷ء میں ہندوستانی پریس رام پور سے شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن نظامی پریس، لکھنؤ کا مطبوعہ اور کتاب نگر، دین دیال روڈ، لکھنؤ کا شائع کردہ ہے۔ یہ مجموعہ دو حصوں اور تین ضمائم پر مشتمل ہے۔ حصہ اوّل مکتوباتِ غالب اور حصہ دوّم منظوماتِ غالب پر مبنی ہے۔ حصہ اوّل میں کل پچاس خطوط شامل ہیں۔ آخری دو خطوط کے علاوہ اس حصے میں شامل تمام مکتوبات ایک بیاض سے ماخوذ ہیں۔ اور یہ تمام خط فارسی میں ہیں۔ پروفیسر سید مسعود حسن رضوی نے اس بیاض کا یوں تعارف کرایا ہے:

> "میرے کتب خانے میں ایک بیاض ہے جس میں مرزا غالب کے اڑتالیس (۴۸) فارسی خط، دو فارسی قطعے، ایک فارسی مثنوی اور ایک غزل بھی شامل ہے۔ یہ کل خط ایسے لوگوں کے نام ہیں جو کلکتے میں مقیم ہیں..... اس بیاض میں جو خط شامل ہیں وہ ایک کے سوا سب فارسی میں ہیں۔ ان میں آخر کے بیس (۲۰) خط مرزا ابوالقاسم خاں قاسم کے نام ہیں..... بقیہ خطوں کے مضمون سے پتا چلتا ہے کہ ان میں سے اکیس (۲۱) خط مولوی سراج الدین احمد کے نام، چھے (۶) خط مرزا بیگ خاں کے نام جو خط ہیں ان میں گیارہ ایسے ہیں، جو غالب کی کتاب پنج آہنگ میں شامل ہیں۔ مگر وہاں ان میں بہت سی عبارت حذف کر دی گئی ہے اور جگہ جگہ لفظ اور فقرے بدل دیے گئے ہیں۔ اس لیے یہ خط

اپنی اصل صورت میں شائع کیے جا رہے ہیں۔ اپنے ہر خط کے آخر میں پنج آہنگ مطبوعہ نول کشور
پریس لکھنؤ سنہ ۱۲۸۷ھ کے اس صفحہ یا صفحوں کا حوالہ دے دیا گیا ہے جن میں وہ خط درج ہے۔
اس طرح ان خطوں کا مقابلہ کرنے میں آسانی ہو گی۔" (۱۸)

ڈاکٹر حنیف نقوی کا کہنا ہے کہ مذکورہ بالا بیاض ۱۰/ اگست ۱۹۶۵ء سے مولانا آزاد لائبریری مسلم لیگ یونیورسٹی علی گڑھ کی ملکیت ہے۔ اس بیاض میں کل چھیالیس صفحات خطوط غالب پر مشتمل ہیں۔ مذکورہ بالا اقتباس میں سید مسعود حسن رضوی نے کہا ہے کہ "ایک کے سوا سب فارسی میں ہیں" لیکن نقوی صاحب کا کہنا ہے کہ تمام خطوط فارسی میں ہیں اور کوئی خط دوسری زبان میں نہیں ہے۔

پرتو روہیلہ نے "متفرقاتِ غالب" کے فارسی خطوط کو ترجمہ کر کے اصل فارسی خطوط کے ساتھ سنہ ۲۰۰۵ء میں ادارۂ یادگارِ غالب کراچی سے شائع کروایا۔

(۸) مآثر غالب:

"مآثر غالب" مرزا غالب کی متفرق اردو فارسی تحریروں کا مجموعہ ہے۔ اسے قاضی عبدالودود نے مرتب کر کے ۱۹۴۹ء میں پہلی مرتبہ شائع کیا۔ یہ مجموعہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اوّل اردو نثر، اردو نظم، فارسی نثر، فارسی نظم پر مشتمل ہے اور حصہ دوّم فارسی خطوط پر مشتمل ہے۔ فارسی خطوط کی کل تعداد بتیس ہے ان میں سے چوبیس مرزا احمد بیگ خاں تپاں کے نام ہیں۔ باقی خطوط میں سے تین خواجہ محمد حسن کے نام، دو خط خواجہ فیض الدین حیدر شائق جہاں گیر کے نام اور ایک ایک خط نواب علی اکبر خاں، مولوی سراج الدین احمد اور خواجہ فخر اللہ کے نام ہے۔

مآثر غالب میں شامل فارسی خطوط بہت اہم ہیں۔ ان تمام خطوط میں سے صرف چار خط متن کے بعض اختلافات کے ساتھ متفرقات غالب، مرتبہ پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب میں بھی شامل ہیں۔ باقی اٹھائیس خطوط اس سے پہلے نہ تو کسی جگہ دستیاب تھے اور نہ بعد میں کسی دوسرے ذریعے سے سامنے آ سکے۔ یہ خطوط قاضی عبدالودود کو ڈھاکہ کے ایک طبیب اور مصنف حبیب الرحمٰن کے کتب خانے کی ایک بیاض سے حاصل ہوئے۔

مآثر غالب پہلی مرتبہ ۱۹۴۹ء "علی گڑھ میگزین" کے غالب نمبر میں بطور ضمیمہ شامل کی گئی اور اسے ۱۹۴۹ء میں محدود تعداد میں انجمن ترقی اردو، بہار کی طرف سے شائع کیا گیا۔ اس کتاب کی اہمیت اس لیے بہت زیادہ ہے کہ اس میں غالب کی نادر تحریریں شامل کی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ قاضی عبدالودود کے عالمانہ حواشی نے معلومات کا خزانہ فراہم کیا ہے۔ قاضی عبدالودود اپنے کام سے زیادہ مطمئن نہیں تھے کیونکہ عجلت اور قلتِ وقت کی وجہ سے بعض امور کی طرف توجہ نہ دی گئی۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار نے یہ کام ڈاکٹر حنیف نقوی کے سپرد کیا۔ اسی طرح مآثر غالب کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۵ء میں ادارۂ تحقیقات اردو، پٹنہ کی طرف سے شائع ہوا لیکن ڈاکٹر حنیف نقوی پھر بھی اس ایڈیشن سے زیادہ مطمئن نہیں تھے۔ انھوں نے اس پر مزید کام کیا اور حواشی میں مفید معلومات فراہم کیں۔ سنہ ۲۰۰۰ء تیسرا ایڈیشن

ادارۂ یادگارِ غالب کراچی سے شائع ہوا۔ اس اشاعت کی ایک اور امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں پرتو روہیلہ نے فارسی خطوط کے اردو تراجم بھی کیے ہیں جو کہ اس میں شامل ہیں۔ پرتو روہیلہ نے بھی خطوط پر توضیحات و حواشی اور مختصر "فرہنگ مآثر غالب" کا اہتمام کیا ہے۔

(۹) نامہ ہائے فارسی غالب:

غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں جو اہم کتابیں شائع ہوئیں ان میں "نامہ ہائے فارسی غالب" مرتبہ سید اکبر علی ترمذی سرفہرست ہے۔ ۱۹۶۰ء میں سید اکبر علی ترمذی کے ایما پر یہ مجموعہ نیشنل آرکائیوز آف انڈیا نے سید محمد رفیع سے خریدا تھا۔ انھی کی درخواست پر قاضی عبدالودود نے ۱۹۶۱ء میں چھے خطوط تحقیقی رسالہ "تحقیق" میں شائع کیے۔ لیکن مصروفیت کی وجہ سے وہ تمام خطوط شائع نہ کر سکے۔ اس کے بعد ترمذی نے فیصلہ کیا کہ تدوین کا کام سرانجام دیں۔ اس اشاعت میں انھوں نے ایک انگریزی مقدمہ لکھا۔ خطوط کی تاریخ ترتیب کے بارے میں ترمذی نے لکھا ہے:

> "The Manuseript of this collection was acquired by the national Archives of India, as early as 1960, from Sayyid Muhammad Rafi of Kara, the historic town in Allahabad District, Uttar Pradesh, to which place belonged Munshi Sayyid Ali Hasan Khan who had transcribed these letters, as stated in English, at the end of the manuscript. It is, however not known exactly when this collection was compiled and copied but in all probability it must have been transcribed about 1839 as is barne out by a letter of 5 August 1839 from Sayyid Afzal Ali Tahsildar of paragana Bodausa and Kalinjar, District Banda, send to Munshi Sayyid Ali Hasan khan at his address in Banda(۱۹) ".

سید افضل علی کے خط مورخہ ۱۵/ اگست ۱۸۳۹ء سے پتا چلتا ہے کہ ان خطوط کی ترتیب ۱۸۳۹ء میں عمل میں آئی۔ یہ خط سید علی حسن خاں کو لکھا گیا تھا جو باندا ڈسٹرکٹ میں رہتے تھے۔

خطوط ۳۳ اوراق پر مشتمل تھا۔ اس میں کل چونتیس (۳۴) خط شامل تھے جن میں ۳۲ غالب کی اپنی تحریریں تھیں باقی ۲ خط منشی سید علی حسن خاں کو ان کے احباب نے لکھے تھے۔ اس مخطوطے میں خط نمبر ۵ در حقیقت خط نمبر ۲ کی نقل تھا، اس کے علاوہ اور نثر پارے کلکتہ میں غالب کی ادبی محاذ آرائی کے بارے میں تھے جو ضمیمہ ۲-ا کی شکل میں پیش کیے گئے تھے۔ بے شمار مقامات پر مخطوطے کو کیڑوں نے کھا لیا تھا، ترمذی صاحب نے ان کرم خوردہ مقامات کو "کلیاتِ نثر غالب" کی مدد سے پر کیا، جہاں ان کتابوں سے مدد نہ مل سکی تو قیاس سے کام لیا۔ سوائے خط نمبر ۳۱ جہاں مکتوب الیہ کا نام ہگلی کے نواب اکبر علی خاں درج کیا گیا تھا، یہ خط ذرا سی تبدیلی کے ساتھ پنج آہنگ کی ابتدا میں موجود تھا، باقی دوسرے خطوط کے مکتوب الیہم درج نہیں تھے۔ اس مجموعے میں سات اور خطوط پنج آہنگ میں موجود تھے۔ پنج آہنگ میں ان کا مکتوب الیہ باندا کے مولوی محمد علی خاں درج کیا گیا ہے۔ ترمذی نے جب مسودہ کا غور سے مطالعہ کیا باطنی شہادت کی بنیاد پر اس

نتیجے پر پہنچے کہ ۳۱ خطوط میں سے ۲۷ خط باندا کے مولوی محمد علی خاں کو لکھے گئے ہیں۔ ایک خط ہگلی کے نواب سید علی اکبر خاں طباطبائی کو لکھا گیا ہے۔ دو خطوط کے مکتوب الیہ اور ان کے پتوں کی شناخت نہ ہو سکی۔ لیکن جب روہیلہ نے فارسی خطوط کو "کلیاتِ مکتوبات فارسی غالب" مرتب کیا ان ۳۱ خطوط کے مکتوب الیہم کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

> "نامہ ہاے فارسی غالب میں نمبر شمار کے مطابق ۳۱ خطوط ہیں۔ ترمذی صاحب کے دیباچے کے مطابق اس میں ۲۷ خطوط باندے کے محمد علی خاں کے نام ہیں۔ ایک خط نواب سید علی اکبر خاں طباطبائی کے نام ہے اور دو خطوط کے مکتوب الیہ "مردمانِ نامعین" ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر شروع میں فہرست کے آخر میں "مردمانِ نامعین" کا ایک علیحدہ عنوان دے کر خطوط نمبر (۲۸) اٹھائیس، (۲۹) انتیس اور (۳۰) تیس کو اس میں ڈالا گیا تھا لیکن فاضل محقق و غالب شناس ڈاکٹر حنیف نقوی سابق پروفیسر اردو ڈپارٹمنٹ بنارس ہندو یونیورسٹی وارانا سی کی تحریری ہدایت پر کہ اس مجموعے میں صرف دو خط ۲۸/۲۹ ص-۹۰ اور ۳۱/۳۲ ص-۱۰۰ نواب علی اکبر خاں طباطبائی کے نام ہیں جب کہ باقی تمام خطوط محمد علی صدر امین باندہ کے نام ہیں۔ فہرست مکتوب الیہم میں ضروری تبدیلی کر لی گئی ہے اور اب "مردمانِ نامعین" کو فہرست مکتوب الیہم سے خارج کر دیا گیا ہے۔ میرے لیے یہ سعادت ہے کہ مجھے موصوف کی اس مستند رائے سے بروقت آگاہی مل گئی اور نتیجتاً ترتیب کا ایک بڑا سقم دور ہو گیا۔" (۲۰)

پرتو روہیلہ کے پیش نظر سید اکبر علی ترمذی کا وہ مرتبہ نسخہ موجود تھا جو پہلی بار غالب اکیڈمی نظام الدین دہلی انڈیا سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔ اس نسخے کی اہمیت مرتب کا (۵۴) چون صفحات پر مشتمل انگریزی دیباچہ ہے جو نہ صرف اس نسخے کی اہمیت کو بڑھاتا ہے بلکہ متن کے حقائق کو سمجھنے میں بڑی مدد کرتا ہے۔ ڈاکٹر حنیف نقوی کی تحقیقی کاوشوں کی بنیاد پر نامعلوم مکتوب الیہ متعین ہوئے۔ پرتو روہیلہ نے ان کی تحقیقی کاوش کو سند مان کر ان مکتوب الیہم کے ناموں کو اپنی کلیات میں درج کیا تا کہ اس ادبی کارنامے میں کوئی سقم نہ رہ جائے۔

غالب کے غیر مدوّن فارسی مکتوبات کی دریافت:

(۱) غمگین و غالب کے فارسی خطوط:

غالب کے فارسی خطوط مختلف مجموعوں کے علاوہ رسائل میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ان رسائل میں اورینٹل کالج میگزین فروری ۱۹۶۴ء کا نام قابل ذکر ہے۔ اس شمارے میں غمگین و غالب کے فارسی خطوط کو ڈاکٹر سید عبداللہ اور پروفیسر سید وزیر الحسن عابدی نے تصحیح کر کے پیش کیا ہے۔ ان خطوط کا مسودہ انھیں پروفیسر محمد مسعود احمد، شعبہ اردو گورنمنٹ کالج میرپور خاص سے ملا تھا۔ سید عبداللہ کا کہنا ہے کہ بعض مقامات پر بے حد غلطیاں تھیں۔ اس لیے ان کو درست کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔ جہاں قیاسی تصحیح یا اضافہ کیا گیا ہے وہاں

قوسین کا استعمال کیا گیا ہے جو خطوط غالب نے حضرت میر سید علی شاہ غمگین کی خدمت میں ارسال کیے اور جو خطوط جواب میں تحریر کیے گئے ہیں ان سب کو مولانا حافظ میاں ہدایت النبی قادری گوالیاری مرحوم نے ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۳ء میں جمع کر کے اپنے قلم سے نقل کیے۔ یہ خطوط غالب اور ان کے پیر و مرشد غمگین کے درمیان تصوف کے موضوعات پر لکھے گئے خطوط ہیں۔ پیش لفظ "از شاہ رضا محمد حضرجی غفرلہ" میں ان خطوط کے بارے میں ہمیں دوسری معلومات ملتی ہیں:

> "... یہ نسخہ کتب خانہ فقیر منزل گوالیار جلد نمبر ۱/۳۳ پر موجود ہے۔ مذکورہ بالا مجموعہ خطوط ۱۲۵۷ھ میں نقل کیا گیا ہے جب کہ حضرت غمگین خود حیات تھے۔ اس قلمی مجموعے میں کل سولہ خطوط ہیں اور ایک مختصر مضمون ہے جو مرزا غالب مرحوم نے دہلی کی ایک طوفانی آندھی کا حال بڑے دلچسپ انداز میں تحریر کیا ہے۔ اس مجموعے میں دس خط وہ ہیں جو مرزا غالب نے شاہ غمگین علیہ الرحمۃ کو بحیثیت اپنے پیر و مرشد رقم کیے ہیں، اور دو خط وہ ہیں جو مرزا غالب نے اپنے لکھنؤ کے دوستوں کے نام لکھے ہیں لیکن شاہ غمگین (رح) کے صرف چار جوابات ہیں، جو اسرار و معارف کے نادر مرقع ہیں۔"(۲۱)

مذکورہ بالا اقتباس میں دہلی میں آندھی کا ذکر کیا گیا ہے، سید عبداللہ نے حواشی میں لکھا ہے۔ صرف چودہ خطوط ہمیں اس مسودے میں ملے۔ چار غمگین کے اور دس غالب کے۔ اس میں آندھی سے متعلق مضمون بھی شامل نہیں ہے۔ مرتبین کے بقول غالب کا چوتھا خط کلیاتِ نثر غالب (ص ۱۸۴-۱۸۳) مطبوعہ نول کشور پریس ۱۲۸۷ھ میں موجود ہے۔

پرتو روہیلہ نے سنہ ۲۰۱۲ء میں "غالب اور غمگین کے فارسی مکتوبات" کا اردو ترجمہ کیا۔ ان کا یہ ترجمہ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد سے شائع ہوا۔ پرتو روہیلہ نے ان فارسی مکتوبات کے حوالے سے اپنے "پیش گفتار" میں معلومات فراہم کی ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے مذکورہ خطوط کا فارسی متن بھی شامل کیا ہے۔ انھوں نے اپنے ترجمے میں ضمائم کا اہتمام بھی کیا ہے۔ ان ضمائم میں انھوں نے حضرت غمگین کے حالات زندگی کے حوالے سے معلومات فراہم کی ہیں جو ڈاکٹر سید جمیل اختر اسسٹنٹ پروفیسر آف اردو کملا راجہ گوالیار کی تالیف "میر سید علی غمگین دہلوی حیات اور شاعری" سے لی گئی ہیں۔ اس ترجمے کے حوالے سے غالب کی فارسی نثر کے اردو تراجم والے باب میں تفصیل سے بات کریں گے۔

(۲) غالب کے غیر مدوّن فارسی مکتوبات:

پرتو روہیلہ نے جنوری ۲۰۱۳ء میں "غالب کے غیر مدوّن مکتوبات" کے نام سے ان فارسی خطوط کا اردو ترجمہ کیا ہے جو پہلے کسی خاص مجموعے میں شامل تھے، یہ ترجمہ زر نگار بک فاؤنڈیشن، فیصل آباد پاکستان سے شائع ہوا۔ ان مذکورہ خطوط کے ترجمے میں دس خطوط وہی ہیں جنھیں پہلے "غالب و غمگین کے فارسی مکتوبات" کے نام سے پرتو روہیلہ نے ترجمہ کیا تھا، ان خطوط کے علاوہ دوسرے خطوط وہ ہیں

جو وقتاً فوقتاً مختلف ادبی رسائل میں غالب شناسوں کی کاوشوں کی بدولت سامنے آئے۔ ان خطوط کے مکتوب الیہم اور ان کے اردو ترجے کے حوالے سے اگلے ابواب میں تفصیل سے بات ہو گی۔

غالب کے غیر مطبوعہ فارسی مکتوبات کی دریافت:

(ا)غالب وذکا کی فارسی مراسلت (غیر مطبوعہ):

غالب اور مولوی محمد حبیب اللہ ذکا کے درمیان جو مراسلت فارسی میں ہوئی تھی۔ ان خطوط کو ذکاء نے مرتب کیا تھا۔ آغا حیدر حسن نے رسالہ آج کل دہلی، یکم جون ۱۹۴۷ء (ص ۱۲۱) میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان خطوط کا ایک قلمی نسخہ ان کے کتب خانے میں موجود ہے۔ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن "غالب کا علمی سرمایہ" میں ان خطوط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آغا حیدر حسن نے یہ بات ۱۹۴۷ء میں کہی تھی۔ ۱۵/نومبر ۱۹۷۶ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔ فارسی خطوط کا یہ مجموعہ چھپا نہیں ہے اور معلوم نہیں آغا حیدر حسن کے انتقال کے بعد یہ قیمتی قلمی نسخہ کہا گیا ہو۔ ضیاء الدین احمد شکیب نے غالب اور ذکا کے فارسی خطوط اور ذکا کی اردو فارسی نظم ونثر پر مرزا غالب کی متعدد اصطلاحات پر مبنی ایک قابل قدر کتاب "غالب اور ذکا" کے نام سے مرتب کی ہے۔ یہ غالب اکیڈمی، دہلی سے ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی۔ لیکن فاضل مرتب نے مخطوطات کے مآخذ کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے۔ عجب نہیں کہ ان کا مآخذ آغا حیدر حسن کا مملوکہ نسخہ ہی ہو۔"(۲۲)

(۲)غیر مطبوعہ خطوط غالب کی دریافت:

اکبر علی خاں عرشی زادہ، سید معین الرحمٰن کے نام ایک خط مورخہ ۱۸/اکتوبر ۱۹۷۵ء میں غالب کے اکیس (۲۱) تازہ خطوط کی دریافت کی خبر سناتے ہیں۔ یہ اکیس خطوط امان اللہ الٰہ آبادی کے کتب فروش الٰہ آباد کے پاس جلال الدین الٰہ آبادی کو ملے۔ ان میں سے سولہ خط فارسی اور پانچ اردو خط غالب کے اور فارسی خط از زین العابدین خاں عارف موجود تھے۔ سید معین الرحمٰن نے اکبر علی عرشی زادہ کا یہ خط روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۱۴/نومبر ۱۹۷۵ء (ص ۴) میں اس خبر کی اشاعت عام کا اہتمام کیا۔

ان اکیس خطوط کی خبر جلال الدین الٰہ آبادی نے "قومی آواز" لکھنؤ ۱۹/اکتوبر ۱۹۷۵ء میں شائع کروائی۔ اس کی زیادہ تر تفصیلات ہفت روزہ "ہماری زبان" ۱۵/نومبر ۱۹۷۵ء میں پیش کیں۔ ان خطوط کے مکتوب الیہم کے بارے میں پروفیسر عبد القوی دسنوی، جلال الدین اکبر آبادی کی باتوں کی وضاحت کرتے ہوئے سہ ماہی غالب کراچی، جنوری، مارچ ۱۹۷۶ء میں لکھتے ہیں:

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

"....غالب نے یہ خطوط تجمل حسین خاں، علی حسین خاں، امانت علی خاں بلیغ، امداد علی خاں اور حکیم امام الدین خاں دہلوی کو لکھے ایک خط زین العابدین عارف کا لکھا ہوا ہے جو علی حسین خاں ناظم کے نام ہے۔"(۲۳)

ان خطوط پر جو تاریخیں درج کی گئی تھیں ان سے پتا چلتا ہے کہ ان خطوط کی تاریخیں ۲۸ ربیع الثانی ۱۲۶۲ھ مطابق ۲۵/اپریل ۱۸۴۶ء سے شروع ہو کر ذی الحجہ ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۳/نومبر ۱۸۴۶ء پر ختم ہو جاتی ہیں۔ ان خطوط کی ایک اور اہمیت یہ ہے کہ ان خطوط میں ۱۸۴۶ء کے وہ پرانے اردو خطوط موجود ہیں جن کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ غالب ۱۸۵۰ء سے پہلے اردو میں مکتوب نگاری کرتے تھے اور یہ خطوط مولانا حالی کے اس بیاں کی مزید تردید کرتے ہیں کہ غالب ۱۸۵۰ء تک ہمیشہ فارسی میں خط و کتابت کرتے تھے۔

حوالہ جات

(۱) ڈاکٹر حنیف نقوی۔ غالب کی چند فارسی تصانیف۔ نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۵ء، ص ۹

(۲) مرزا اسد اللہ خان غالب۔ پنج آہنگ۔ مرتبہ؛ وزیر الحسن عابدی۔ لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۹ء، ص ۳

(۳) مالک رام۔ ذکر غالب۔ ص ۱۹۴-۱۹۳

(۴) سید مرتضیٰ فاضل لکھنوی۔ مشمولہ؛ کلیاتِ غالب فارسی (جلد اوّل)۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۱ء، ص ۳۱

(۵) وزیر الحسن عابدی۔ غزلیات فارسی (غالب)۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب۔ لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۹ء، دیباچہ مرتب

(۶) غلام رسول مہر۔ قطعات، رباعیات، ترکیب بند، ترجیع بند، مخمس۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب۔ لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۹ء، ص ا

(۷) سید معین الرحمٰن۔ اشاریہ غالب۔ لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۹ء، ص ۴۱-۴۰

(۸) میرزا غالب۔ سبد چین۔ مرتبہ؛ سید وزیر الحسن عابدی۔ لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۹ء، ص ۷

(۹) سید وزیر الحسن عابدی۔ سبد چین۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب۔ لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۹ء، ص ۵-۴

(۱۰) ڈاکٹر سید تقی عابدی۔ دیوان نعت و منقبت (تحقیق، تدوین، تنقید و تشریح)۔ نئی دہلی: شاہد پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص ۲۴-۲۳

(۱۱) میرزا اسد اللہ خاں غالب۔ پنج آہنگ۔ مرتبہ وزیر الحسن عابدی۔ ص ۵

(۱۲) مرزا غالب۔ پنج آہنگ۔ محمد عمر مہاجر۔ کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، ۱۹۶۹ء، پیش لفظ

(۱۳) ڈاکٹر حنیف نقوی۔ غالب کی چند فارسی تصانیف۔ ص ۷۰

(۱۴) عبد الشکور احسن۔ مشمولہ؛ دستنبو۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۹ء، ص ۲۶

(۱۵) ایضاً۔ ص ۴

(۱۶) مالک رام۔ ذکر غالب۔ ص ۱۹۱

(۱۷) میرزا اسد اللہ خاں غالب۔ باغ دودر۔ مرتبہ؛ وزیر الحسن عابدی، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۰ء، ص ۲

(۱۸) سید مسعود حسن رضوی۔ "مقدمہ"۔ مشمولہ؛ متفرقاتِ غالب۔ میرزا اسد اللہ خاں غالب۔ رام پور: ہندوستان پریس، ۱۹۴۷ء، ص ۳-۲

(۱۹) S.A-I Tirmizi. Persian Letters of Ghalib. New Delhi: Ghalib Academey, 1969, PP xii

(۲۰) پرتو روہیلہ۔ کلیاتِ مکتوباتِ فارسی غالب۔ واحد متکلم

(۲۱) شاہ رضا محمد۔ "پیش لفظ"۔ بحوالہ اورینٹل کالج میگزین۔ لاہور: یونیورسٹی اورینٹل کالج، ۱۹۶۴ء

(۲۲) ڈاکٹر سید معین الرحمٰن۔ غالب کا علمی سرمایہ۔ لاہور: یونیورسل بکس، ۱۹۸۹ء، ص ۵۷۴

(۲۳) ڈاکٹر سید معین الرحمٰن۔ غالب پیمائی۔ لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، ص ۳۳۰